بنگال میں اسلام اور عالی حضور کے خدمات

عبدالخبیر اشرفی مصباحی صدرالمدرسین دارالعلوم عربیہ منظر اسلام التفات گنج امبیڈکر نگر یو۔ پی

کہتے ہیں کہ: مالابار کے ساحلی علاقوں پر بعثت نبوی سے قبل ہی عرب تجار آیا کرتے تھے۔اور یہ سلسلہ اعلان نبوت کے بعد بھی قائم رہا جس کے نتیجہ میں راجا چیرامن پیرومل خدمتِ رسول ﷺ میں حاضری دے کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ بشرط صحت روایت یہ کسی ہندوستانی کے قبول اسلام کا اولین واقعہ تھا۔اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: راجا چیرامن پیرومل چند صحابہ کے ہمراہ ملک میں واپس آئے تھے۔جب حضرت عمر کی خلافت کا دور چل رہا تھا تو اس وقت صحابہ وتابعین کی ایک جماعت مالابار ہندوستان تشریف لائی۔ان ہندوستان آنے والوں میں سب سے اہم نام صحابی رسول حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ [ان کی صحابیت میں اختلاف ہے] کا ہے جن کا مزار شریف آج بھی ریاست کیرالہ میں کاسر گوڑ ضلع میں موجود ہے۔محمد بن قاسم صرف ۱۷ سال کی عمر میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کی اجازت سے راجا داہر کے مقابلہ میں ہندوستان آئے تھے۔راجا داہر کی زیادتی اور سراندیپ کے تاجروں پر ہو رہے مظالم کی اطلاع خلیفہ ولید بن عبدالملک کو ملی تھی جس کے نتیجہ میں یہ کارروائی ہوئی ۔ہندوستان کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں جب بڑی ریاستوں کے مظالم سے تنگ آ گئیں تو محمود غزنوی کو مدد کے لیے پکارا۔محمود غزنوی مقامی ہندو راجاؤں اور ان کی افواج کی مدد سے شمال مغربی ہند کی بڑی اور مضبوط سلطنتوں کو کافی کمزور کر دیا۔پھر محمد غوری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی دعاؤں کی برکت سے نہ صرف ہندو راجاؤں کے بالمقابل فتح یاب ہوئے بلکہ دلّی میں سلطنتِ غلامان کی بنیاد بھی رکھی۔اس کے بعد وقتاً فوقتاً تبلیغ و اشاعت اسلام کے لیے کوششیں کی جاتیں رہیں۔اس طرح ہندوستان میں اسلام کا ستارا روشن سے روشن تر ہوتا چلا گیا۔

لیکن بنگال میں اسلام کی ابتدا تبلیغ یعنی یہاں کے مقامی باشندوں کی تبدیلی مذہب سے نہیں ہوئی بلکہ یہاں اسلام کی ابتدا تبدیلی وطن Immigration سے ہوئی، آٹھویں صد عیسوی میں یہاں مسلمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی جو اسلام کا قریبی عہد کہلاتا ہے۔یہ سلسلہ صدیوں چلتا رہا، بنگال میں عرب مسلمانوں کی کثرت آبادی کی ایک علامت یہ ہے کہ یہاں کی مقامی زبانوں میں عربی دخیل الفاظ کی کثرت پائی جاتی ہے۔چٹگام، سلہٹ، نواکھالی اور دیناج پور کی ہزار سالہ پرانی زبانوں کا جائزہ لیجیے تو کثیر عربی الفاظ ان زبانوں کا حصہ نظر آتے ہیں۔عباسی خلافت کے زمانے میں بنگال میں مسلمانوں کی قابل قدر آبادی پائی جاتی تھی یہاں تک کہ آثار و باقیات کے روایتیں بتاتی ہیں کہ یہاں کی کھودائی میں خلافت عباسیہ کے دور کے سکے بھی ملے ہیں۔

بنگال میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا سہرا محمد بختیار خلجی کے سر ہے، اس بادشاہ نے مذہب اسلام کو اس خطے میں رواج دیا، اسلامی سلطنت قائم ہوتے ہی مبلغین اسلام اور داعیان اسلام کی ہمتیں کھل گئیں، یہاں پہلے سے آباد مسلمانوں نے اسلام کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اسلامی سلطنت کے زیر سایہ بیرون صوبہ سے مبلغین اسلام بنگال تشریف لانے لگے جن میں مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی ذات بھی شامل ہے، خاندان علائیہ نے بنگال کی سرزمین کو اسلام کی بہاروں سے خوب آراستہ و پیراستہ کیا، ایک زمانہ ایسا آیا کہ حضرت شیخ نور قطب عالم پنڈوی علیہ الرحمہ کی تبلیغ سے راجا گنیش کا لڑکا جدو اپنے والد کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور وہ مسلمان ہو کر جلال الدین شاہ کے نام سے تخت نشین بنگال ہوا، خانوادۂ علائیہ کی تبلیغ کا اثر صدیوں بنگال کی سرزمین پر قائم رہا۔

بنگال کی سرزمین نے ایک دن ایسا بھی دیکھا جب بھکتی وچیتنیہ جیسی تحریکوں نے سر اٹھایا اس وقت یہاں کے مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا ہمہ جہت داعی و مبلغ نہیں تھا جو ہر خطہ کے مسلمانوں کی رشد و ہدایت کا سامان پیدا کرتا، ہر ذی شعور مسلمان اپنے اپنے انداز میں ایک مخصوص خطے میں اسلامی تبلیغ کی بساط بچھایا ہوا تھا اور وہ اسلامی شعار کی حفاظت میں سر وتن کی بازی لگایا ہوا تھا، مگر مرکزیت کے فقدان کی وجہ سے خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا، اب ہوا یہ کہ مسلمانوں کے اندر غیر مسلموں کی بہت سی رسمیں داخل ہو گئیں، آزادی کے بعد تو اس خطہ کا بہت برا حال ہے۔

یہ کھلی حقیقت ہے کہ دین اسلام کا محافظ اللہ عزوجل ہے، جب کوئی فرعون سر اٹھاتا ہے تو وہ کسی کو موسیٰ بنا کر مبعوث کرتا ہے۔ جہاں جہاں گمراہیاں سر اٹھاتی ہیں، ان کا خاتمہ کرنے لیے وہ کسی نہ کسی مرد مجاہد کو بھیج دیتا ہے۔مشرقی بنگال اور پوربی مشرقی بہار میں جب گمراہیوں نے

سرابھار اتو اللہ عزوجل نے آج سے بچاس سال پہلے اس علاقہ کو اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے چمنستان نقش بند کا ایک گل سرسبد عطا فرمایا، اس گل تر نے سب سے پہلے علاقہ ٹھاکر گنج کی دیہی آبادی طیب پور ضلع کشن گنج میں اپنی خوشبو سے مشام جاں کو معطر کیا۔ گورا رنگ، آنکھیں روشن وتابناک، پیشانی کشادہ، نور برستا چہرہ، تقوی و پرہیز گاری کے آثار پیشانی سے ہویدا اور عالمانہ رعب ودبدبہ اس طرح ٹپکا پڑتا تھا کہ دیکھنے والا دیکھتے ہی مرعوب ہوجائے۔ یہ ذات زینت الاتقیا، سراج الاصفیا حضرت علامہ سید شاہ نور علی معروف بہ عالی حضور کی تھی۔ پہلی آمد ہی سے اس راج دلارے نے لوگوں کے دلوں میں حکومت قائم کرلی پھر کیا تھا، آمدورفت کا سلسلہ برابر جاری رہا اور حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوچلا گیا۔

حضرت سید شاہ نور علی، عالی حضور علیہ الرحمہ نے اس سنگ لاخ علاقوں میں جس زمانے میں قدم رکھا تھا وہ زمانہ حمل ونقل کے موجودہ وسائل سے عاری تھا، کبھی سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ کشن گنج ودیناج پور کے اکثر علاقوں میں آج بھی راستے خام ہیں، آپ نے کس طرح اتنے بڑے علاقے کو تنے تنہا سر کرلیا، یہاں کی غیر تعلیم یافتہ عوام کو آپ نے کس طرح زندگی کے تقریبا بچاس سالوں تک اپنی حسن کرداری کا آئینہ دکھایا، سچ پوچھئے تو یہ کہنے میں ذرہ برابر تامل نہیں ہوتا کہ توفیق الہی نے آپ کا بھرپور ساتھ دیا ورنہ آج بھی بڑے بڑے مبلغین ان علاقوں کو ترجیح دینے میں پس وپیش کرتے نظر آتے ہیں۔

حضرت سید شاہ نور علی، عالی حضور علیہ الرحمہ کے یہاں انسانیت کی بڑی قدر ومنزلت تھی، جب وہ اپنے ماحول میں انسان کو ذلت کی پستیوں میں گرا ہوا دیکھتے تھے تو غمزدہ ہوتے تھے۔ زندگی کے ہنگاموں میں احساسِ غم بھی ان کے دردمند دل کو بے قرار کرتا تھا۔ مفلسی وکس مپرسی سے بھی وہ بیزار نظر آتے تھے۔ ان کے نزدیک زندگی کی یہ گہما گہمی، نغمۂ الم اور سوزِ غم کی اصل وجہ انسان کے اندر انسانیت کا فقدان تھا، اس لیے وہ اپنے مریدین ومتوسلین کے یہاں منعقد ہونے والی شادی بیاہ، ختنہ وعقیقہ اور تیجہ وچہلم کی مجلسوں میں بھی شرکت فرماتے تھے، تاکہ مریدوں کو غم والم اور اضطراب وبے چینی کے اوقات میں اپنے مرشد گرامی کی دعاؤں کا سہارا نظر آئے اور وہ خیال امروز وفکر فرداکی الجھنوں سے بے نیاز ہوکر اپنی سماجی ومذہبی تقریبات کو انجام دے سکیں۔ ان محفلوں میں شرکت سے علاقے کے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ان کے اندر جو خلاف شرع رسمیں پنپ رہی تھیں، تقریبا اس پر لگام لگ گیا اور اسلامی رسموں نے ان کی جگہ لے لیں۔

حضرت سید شاہ نور علی، عالی حضور علیہ الرحمہ ان علاقوں کی ناخواندگی پر بہت فکر مند رہتے تھے، مریدین کو اپنی مجلسی گفتگو میں اپنے بچوں کو تعلیم یافتہ بنانے کی ترغیب دیتے تھے، جب کسی مرید کے بارے میں سنتے کہ فلاں کا لڑکا عالم دین بن گیا تو بہت خوش ہوتے تھے، چنانچہ انھوں نے علاقۂ دیناج پور کی عوام کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے سرزمین اسلام پور نوری مسجد میں عالی شان مدرسہ قائم فرمایا اسی طرح گنجریا کی سرزمین پر ان کا قائم کردہ ایک ادارہ بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے منزلوں کی طرف رواں ہے، جب ان اداروں کے طلبا ابتدائی ومتوسطات کی تعلیم حاصل کرلیتے ہیں تو وہ اپنی اعلی تعلیم کے لیے خانقاہ نقش بندیہ سمرقندیہ دربھنگہ میں عالی حضور ہی کے قائم کردہ ادارہ دارالعلوم فدائیہ یا کسی سنی ادارہ کا رخ کرتے ہیں، جہاں مختلف علوم وفنون سے طالبان علوم نبویہ کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت سید شاہ نور علی، عالی حضور علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کی صلاح وفلاح کے لیے اپنی ساری عمر وقف کردی تھی اور وہ اس میں بڑی حد کامیاب بھی رہے ہیں، ان کے خلف وجانشین حضرت علامہ شمس اللہ جان معروف بہ بابو حضور اپنے والد گرامی کے قدم بقدم ہیں۔